23

بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر اسلام کی تبلیغ کا ایک نہایت مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے

(فرمودہ 10 جولائی 1953ء بمقام ناصر آباد سندھ)

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب زکوٰۃ کے احکام نازل ہوئے تو آپ نے ایک شخص کے پاس جو مالدار تھا اپنا نمائندہ روانہ کیا تا کہ وہ اُس سے زکوٰۃ وصول کرے۔ جب وہ نمائندہ اُس شخص کے پاس پہنچا تو بجائے اِس کے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتا اُس نے کہا کیا ہمارے اپنے خرچ تھوڑے ہوتے ہیں؟ ہم پر اتنے بوجھ پڑے ہوئے ہیں اور یہ اُٹھتے ہیں تو کہتے ہیں چندہ دے دو، زکوٰۃ دے دو۔ ان کو چندے اور زکوٰۃ لینے کی ہی پڑی رہتی ہے اور ہمارے بوجھ اور ذمہ داریوں کا خیال نہیں ہوتا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس شخص سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ اس شخص کے دل میں ایک حد تک ایمان پایا جاتا تھا۔ کہنے کو تو اُس نے یہ بات کہہ دی لیکن چونکہ اس کے دل میں ایمان تھا۔ بعد میں اُسے خیال پیدا ہوا کہ مَیں نے غلطی کی ہے اور خدا تعالیٰ کا حق میں نے ادا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ جلدی جلدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! مجھ سے غلطی ہوگئی تھی، میں زکوٰۃ لایا ہوں۔

اب مجھ سے زکوٰۃ لے لی جائے۔ آپ نے فرمایا اب نہیں، کیونکہ ہم نے حکم دے دیا ہے کہ تم سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ اگر وہ آجکل کے لوگوں کی طرح ہوتا تو شاید خوش ہوتا کہ چلو چھٹکارا ہوگیا۔ مگر باوجود اِس کے کہ وہ ضعیف الایمان تھا آجکل کے ایمانداروں سے وہ زیادہ ایماندار تھا۔ چنانچہ اس انکار سے وہ خوش نہیں ہوا کہ چلو چھٹی ہوگئی بلکہ اُس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ اور اُس نے سمجھا کہ مجھ سے زکوٰۃ لینے سے جو انکار کیا گیا ہے یہ میرے لیے سزا ہے انعام نہیں۔ اور وہ افسوس اور ندامت کا اظہار کرتا رہا۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اُس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں پھر زکوٰۃ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جس سے رسول کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔ اُس سے میں بھی زکوٰۃ وصول نہیں کرسکتا۔ اور وہ روتا ہوا واپس چلا گیا[1]۔

غرض انسان مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے اپنے حالات کو دیکھتا ہے۔ کئی غریب لوگ ہوتے ہیں جنہیں دین کی خدمت کا موقع ملے تو وہ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے انہیں کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہے۔ اور کئی آسودہ حال لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی جان نکلتی ہے اور دین کی خدمت کے لیے اپنا روپیہ خرچ کرنے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے وہ اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح دیوانہ کُتّے سے انسان بھاگتا ہے۔ یہاں سندھ میں بھی میں نے دیکھا ہے۔ کنری اور بعض دوسرے مقامات پر جو احمدی دوست موجود ہیں وہ اِلَّامَاشَاءَ اللّٰہُ قریباً سب کے سب ایسے ہیں جو ہجرت سے پہلے مالی لحاظ سے مختلف قسم کی مشکلات میں مبتلا تھے مگر ہجرت کے بعد ان کی مالی حالت اچھی ہوگئی۔ یا ہجرت سے پہلے ان کی کوئی تجارت نہیں تھی یا اگر تجارت تھی تو اس میں نقصان ہی نقصان ہوا کرتا تھا مگر کنری میں آئے تو انہیں دُکانیں بھی مل گئیں زمینیں بھی مل گئیں اور ان کی تجارتیں کامیاب طور پر چل نکلیں۔ یا اگر پہلے ان کے پاس کوئی زمین نہیں تھی تو یہاں سلسلہ کی اسٹیٹس پر مزارع بن کر انہوں نے زمینیں خرید لیں۔ لیکن باوجود اِس کے کہ یہاں کے لوگوں کی مالی حالت پہلے سے بہت زیادہ اچھی ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان لوگوں میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس بہت کم ہے۔ مثلاً گزشتہ سال میں نے مختلف ممالک میں مساجد تعمیر کرنے کے لیے جماعت میں ایک تحریک کی اور میں نے کہا کہ وہ زمیندار جن کی زمین دس ایکڑ

سے کم ہے وہ ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے اور جن کے پاس اس سے زیادہ زمین ہے وہ دو آنے فی ایکڑ کے حساب سے مسجد فنڈ میں چندہ دیں۔ اسی طرح وہ مزارع جن کے پاس دس ایکڑ سے کم مزارعت ہے وہ دو پیسہ فی ایکڑ کے حساب سے اور اس سے زائد مزارعت والے ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے رقم ادا کریں۔ اسی طرح تاجروں کے متعلق میں نے کہا کہ جو بڑے تاجر ہیں مثلاً منڈیوں کے آڑھتی ہیں یا کمپنیوں اور کارخانوں والے ہیں وہ ہر مہینہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں اور جو چھوٹے تاجر ہیں وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں ☆۔ لیکن جہاں تک میرا علم ہے شاید ہی اس علاقہ میں سے کسی نے اس تحریک میں حصہ لیا ہو۔ ☆☆ یا اگر کسی نے حصہ لیا ہے تو میرے سامنے اُس کی مثال نہیں آئی۔ اَوروں کو جانے دو یہاں جو مالک زمیندار ہیں اُن کی طرف سے بھی اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا گیا۔ جہاں تک میری ذات کا سوال ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں مجھ پر کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے دفتر کے انچارج کو اس طرف متواتر توجہ دلائی ہے۔ مگر باوجود اس کے حقیقت یہی ہے کہ یہ چندہ میری طرف سے بھی ادا نہیں ہوا*۔ اور خود انجمن کی طرف سے بھی ادا نہیں ہوا۔ اِس طرح جو احمدی مزارع ہیں انہوں نے بھی اِس تحریک کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گویا جہاں تک میرا علم ہے سندھ کے زمینداروں کا اِس تحریک میں قریباً صفر حصہ ہے۔ یہی حال تاجروں کا ہے۔ کنری میں بھی اور نبی سر روڈ اور جھڈو میں بھی ہمارے احمدی تاجر پائے جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے بھی غفلت سے کام لیا ہے اور اس چندہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ یہ چیز یا تو اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ انسان کے پاس جوں جوں پیسے آتے جاتے ہیں وہ سست اور غافل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یا پھر اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو چودھری سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ جتنے حکم ہیں وہ دوسروں کے لیے ہیں ہمارے لیے نہیں۔

☆ یہ تمام تفاصیل 11 مئی 1952ء کے خطبہ جمعہ میں درج ہیں جو الفضل 22 جون 1952ء میں شائع ہو چکا ہے۔

☆☆ نبی سر روڈ کے احمدی تاجروں نے لکھا ہے کہ وہ اس پر عمل کر رہے ہیں تحقیق بعد میں ہوگی۔

* میرے اس خطبہ کے بعد میرے دفتر کے انچارج نے چندہ ادا کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عادت تھی کہ آپ اپنے اوقات کا اکثر حصہ باہر ہی گزارتے تھے۔ یہ میری عادت نہیں اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا کیا کرتے تھے۔ بہرحال چونکہ آپ زیادہ تر باہر ہی تشریف رکھتے تھے اس لیے جب آپ کی طبیعت علیل ہوتی تو چونکہ بیمار آدمی بعض دفعہ دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے اس لیے جب آپ بیٹھے بیٹھے تھک جاتے تو فرماتے کہ اب لوگ چلے جائیں۔ اگر اُس وقت بیس بائیس آدمی آپ کے پاس ہوتے تو یہ بات سُن کر بارہ تیرہ آدمی چلے جاتے اور آٹھ دس آدمی بیٹھے رہتے۔ آپ پانچ سات منٹ انتظار فرماتے اور پھر دوبارہ فرماتے کہ اب لوگ چلے جائیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ اس عرصہ میں دو چار اَور نئے آدمی آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ آپؓ کی یہ بات سُن کر چھ سات اور چلے جاتے اور چار پانچ پھر بھی بیٹھے رہتے۔ اِس پر آپ پانچ دس منٹ اَور انتظار فرماتے اور پھر فرماتے کہ اب چودھری بھی چلے جائیں۔ یعنی میں دو دفعہ ایک بات کہہ چکا ہوں مگر ہر دفعہ کہنے کے بعد کچھ لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ یہ حکم ہمارے لیے نہیں، دوسروں کے لیے ہے۔ گویا وہ اپنے آپ کو چودھری سمجھتے ہیں۔ اس لیے آپ فرماتے کہ اب چودھری بھی چلے جائیں۔

تو کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو چودھری سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ تمام احکام دوسروں کے لیے ہیں ان کے لیے نہیں۔ جب کہا جائے چلے جاؤ تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اَوروں کے لیے حکم ہے ہمارے لیے نہیں۔ جب کہا جائے چندے دو تو وہ سمجھتے ہیں یہ دوسروں کو چندہ دینے کا حکم دیا گیا ہے ہمیں چندہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب کہا جائے احمدیت پر جو اعتراضات ہوتے ہیں اُن کے جوابات دو اور لوگوں کے بُغض اور کینہ کو دُور کرنے کی کوشش کرو تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم بھی دوسروں کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں۔ پس اس غفلت اور جمود کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بعض لوگ مغرور ہو جاتے ہیں اور جتنا جتنا پیسہ انہیں ملتا جاتا ہے اُتنا ہی وہ اپنے آپ کو خدائی احکام سے آزاد سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو حکم بھی دیا جائے اُس کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں۔ اس مسجد میں اس وقت دو اڑھائی سو آدمی موجود ہے۔ اگر مجھے پیاس لگے تو معقول بات تو یہ ہوگی کہ میں کسی شخص کو مخاطب کر کے کہوں کہ میرے لیے پانی لاؤ۔ لیکن اگر میں کسی کو مخاطب نہیں کرتا اور صرف اِتنا کہہ دیتا ہوں

کہ کوئی شخص پانی لائے تو دو چار سو آدمیوں میں سے بعض دفعہ صرف ایک شخص اٹھے گا اور بعض دفعہ ایک بھی نہیں اٹھے گا۔ اور ہر شخص یہ خیال کرلے گا کہ یہ بات دوسروں سے کہی گئی ہے مجھے نہیں کہی گئی۔ گویا وہ سب اپنے آپ کو چودھری سمجھنے لگ جائیں گے اور صرف ایک شخص ایسا ہوگا جو اپنے آپ کو اس حکم کا مخاطب سمجھے گا۔ اور بعض دفعہ ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر خطیب ایسا فقرہ بولتا ہے تو اُس کا یہ منشاء نہیں ہوتا کہ ساری مجلس اٹھ کر چلی جائے اور وہ اکیلا مسجد میں رہے۔ اور نہ اِس فقرہ کو کلّی طور پر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ حقیقتاً اُسے کسی ایک شخص کو مخاطب کرنا چاہیے اور بجائے مبہم فقرہ استعمال کرنے کے اُسے کسی معیّن شخص کو کہنا چاہیے کہ وہ جائے اور پانی لائے۔ لیکن اگر وہ غلطی سے ایسا نہیں کرتا تو پھر اس فقرہ کا ہر شخص مخاطب ہوگا اور ہر شخص کا فرض ہوگا کہ وہ اٹھے اور پانی لائے۔ ہاں اگر انہیں تسلی ہوجائے کہ کوئی ایک شخص پانی لانے کے لیے چلا گیا ہے تو پھر باقی لوگ بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن جب تک یہ اطمینان نہ ہو ہر شخص اس حکم کا مخاطب ہوگا اور ہر شخص کا فرض ہوگا کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے۔

غرض چودھریت والا احساس کہ ہم مخاطب نہیں دوسرے لوگ مخاطب ہیں۔ ہمیشہ انسان کو نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ ایک دن مسجد میں تقریر فرما رہے تھے کہ بعض لوگ آئے اور کناروں پر کھڑے ہوکر تقریر سننے لگ گئے۔ ان کے بعد جو اَور لوگ آئے وہ اُن کھڑے ہونے والوں کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کی آواز پوری طرح سن نہیں سکتے تھے۔ جب رسول کریم ﷺ نے دیکھا کہ بعض لوگ بعض دوسروں کو تقریر سننے سے محروم کر رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تو اِس سے مراد وہی لوگ تھے جو آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ مگر چونکہ آپ نے بلند آواز سے یہ بات کہی آپ کی آواز باہر بھی پہنچ گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اُس وقت تقریر سننے کے لیے آرہے تھے اور ابھی آپ مسجد کے باہر ہی تھے کہ یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچ گئی۔ جب انہوں نے سنا کہ رسول کریم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ بیٹھ جاؤ تو وہ اُسی جگہ بیٹھ گئے اور بچوں کی طرح گھسٹتے ہوئے انہوں نے مسجد کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ کوئی اور شخص پیچھے سے آیا تو اُس نے کہا عبداللہ بن مسعودؓ! تم یہ کیا بچوں والی حرکت کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ابھی رسول کریم ﷺ کی آواز میرے کانوں میں آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ اس لئے میں یہیں بیٹھ گیا۔ اُس نے کہا

رسول کریم ﷺ نے آپ کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے تو اُن لوگوں کو فرمایا ہوگا جو آپ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس لیے آپ اس حکم کے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے رسول کریم ﷺ نے انہی لوگوں کو فرمایا ہے کہ بیٹھ جاؤ۔ مگر زندگی کا اعتبار نہیں میں نے سمجھا کہ اگر اُس جگہ پہنچنے سے پہلے پہلے میری جان نکل گئی اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک حکم رسول کریم ﷺ کا تم نے نہیں مانا تو میں اس کا کیا جواب دوں گا۔ اس لیے خواہ یہ حکم میرے لئے ہو یا نہ ہو میں نے سمجھا کہ جب یہ آواز میرے کان میں پڑ گئی ہے۔ تو اب میرا فرض ہے کہ میں اس پر عمل کروں[2]۔

اِسی طرح ایک دفعہ صحابہؓ بیٹھے تھے۔ اور شراب پی رہے تھے۔ اُس وقت تک ابھی شراب کی مناہی کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ کوئی شادی تھی جس کی خوشی میں شرابیں پی جارہی تھیں اور گانے گائے جارہے تھے کہ اتنے میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوگیا۔ رسول کریم ﷺ کا عام طریق یہی تھا کہ جب آپ پر کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو آپ مسجد میں تشریف لاتے اور ذکر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے۔ پھر جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ آپؐ سے سن کر آگے دوسرے لوگوں میں بات پھیلا دیتے اور اس طرح سب میں مشہور ہو جاتی۔ اُس دن آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ یہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور جس گلی کوچہ میں سے گزرتے یہ اعلان کرتے جاتے کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ جب اعلان کرنے والا اُس گلی میں سے گزرا جہاں لوگ دعوت کھا رہے اور شرابیں پی رہے تھے اور وہ ایک مٹکا ختم کر چکے تھے اور دوسرا مٹکا شروع کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ مخمور ہو چکے تھے اور بعض مخمور ہونے کے قریب تھے تو اُس نے وہاں بھی اعلان کیا کہ خدا تعالیٰ نے آج سے شراب حرام کر دی ہے۔ جب یہ آواز اُن کے کانوں میں پڑی تو ایک صحابیؓ نے دوسرے سے کہا کہ ذرا اُٹھ کر اس شخص سے پوچھو تو سہی کہ کیا بات ہے اور کیا واقع میں شراب حرام ہوگئی ہے؟ جس شخص سے یہ بات کہی گئی تھی اُس نے بجائے اعلان کرنے والے سے دریافت کرنے کے، سونٹا اٹھایا اور زور سے شراب والے مٹکے پر مار کر اُسے توڑ دیا اور کہا پہلے میں شراب کا مٹکا توڑوں گا اور پھر اس سے پوچھوں گا کہ کیا حکم ہے؟ یعنی جب رسول کریم ﷺ کے نام سے ایک بات بیان کی جارہی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ پہلے اس پر عمل کریں اور پھر اگر

تحقیقات کرنا چاہیں تو بے شک تحقیقات کریں۔غرض زندہ قوموں کے لیےضروری ہوتا ہے کہ اس کے افراد کے اندر اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔ہم نے ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کرنی ہے۔اور جہاں ہم تبلیغِ اسلام کریں گے وہاں لازماً مساجد بھی بنانی پڑیں گی اور اسلام کے نشانات بھی قائم کئے جائیں گے اور یہ کام ہماری جماعت کے افراد نے ہی کرنا ہے۔اس لیے سب کا فرض ہے کہ خواہ وہ امیر ہوں یا غریب اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھیں۔لیکن اگر ہر شخص چودھری بن جائے اور یہ کہے کہ یہ کام دوسروں نے ہی کرنا ہے میں نے نہیں کرنا تو یہ کام کس طرح ہوگا۔پس اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کرو اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہر وقت زندہ رکھو۔مسلمان صرف چھ سات سو تھے جب ان کی قربانیوں سے ساری دنیا گونج اٹھی تھی۔یا کم سے کم عرب کا علاقہ گونج گیا تھا۔اور پھر جب وہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہو گئے تو ساری دنیا ان کی قربانیوں سے گونج اٹھی۔تو اب تو ساٹھ کروڑ مسلمان ہے لیکن دنیا پھر بھی اسلام سے ناواقف ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ آج ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری دوسروں پر ہے اُس پر نہیں۔لیکن جب وہ ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد میں تھے تو ہر فرد کے دل میں یہ احساس تھا کہ اسلام کو میں نے ہی پھیلانا ہے۔

یہی حال آج ہماری جماعت کا ہے۔ہماری جماعت کی تعداد تھوڑی ہے۔لیکن اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری اس نے اپنے اوپر عائد کی ہوئی ہے۔اور اسلام کی اشاعت یا مبلغوں کے ذریعہ ہوگی اور یا مساجد کے ذریعہ ہوگی۔غیر ممالک میں مساجد کے پاس سے جب بھی گزرنے والے گزریں گے سوال کریں گے کہ یہ کیا عمارت ہے؟ اس پر لوگ انہیں بتائیں گے کہ یہ مسجد ہے؟ وہ پوچھیں گے کہ مسجد کیا چیز ہوتی ہے؟ اس پر انہیں بتایا جائے گا کہ جیسے عیسائیوں میں گرجے ہوتے ہیں اسی طرح مسلمانوں نے اپنی عبادت کے لیے مسجدیں بنائی ہوئی ہیں۔اور چونکہ مسجد ان کے لیے ایک بالکل نئی چیز ہوگی وہ اس کے دیکھنے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔کیونکہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی نئی چیز آ جائے تو لوگ اُس کو دیکھنے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔آخر یہ تماشا گاہیں اور سیر گاہیں جن میں لوگوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے یہ کیا چیز ہیں اور کیوں ان کی طرف لوگ کھچے چلے جاتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ یہ ایک نئی چیز ہوتی ہیں۔آدمی وہی ہوتے ہیں،

گھوڑے وہی ہوتے ہیں، شیر، چیتے وہی ہوتے ہیں۔لیکن سرکس آجائے تو سب لوگ اُسے دیکھنے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے کانوں میں یہ آواز پڑتی ہے کہ سرکس میں گھوڑے پر کھڑے ہوکر اُسے دوڑایا جاتا ہے۔اور چونکہ یہ نئی چیز ہوتی ہے اس لیے لوگ اس کے دیکھنے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ سرکس جب گاؤں میں چلے جاتے ہیں تو لوگ اُس کو دیکھنے کے لیے اپنے برتن تک بیچ ڈالتے ہیں۔ یا مثلاً تھیٹر کو ہی لے لو۔آدمی وہی ہوتے ہیں مگر انہوں نے کسی کا نام ہریش چندر رکھا ہوا ہوتا ہے۔کسی کا نام سکندر رکھا ہوا ہوتا ہے۔کسی کا نام دارا رکھا ہوا ہوتا ہے، کسی کا نام بابر رکھا ہوا ہوتا ہے اور وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں۔ چونکہ یہ دیکھنے والوں کے لیے ایک نئی چیز ہوتی ہے اس لیے وہ تھیئٹر دیکھنے کے لیے بیتاب ہوجاتے ہیں اِسی طرح جب مسجد کے پاس سے گزرنے والا شخص پوچھتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اور اُسے بتایا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہےتو وہ حیران ہوکر دریافت کرتا ہے کہ مسجد کیا ہوتی ہے اس پر لوگ اسے بتاتے ہیں کہ جیسے گرجا میں تم لوگ جمع ہوکر عبادت کرتے ہو اِسی طرح مسلمان مسجدوں میں اکٹھے ہوکر عبادت کرتے ہیں۔جب اُسے یہ بات بتائی جاتی ہے تو اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ مجھے دیکھنا تو چاہیے کہ مسلمان کیا کرتے ہیں۔اور وہ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ کبھی فرصت ملی تو میں مسجد کو ضرور دیکھوں گا۔ایسے سَو آدمی بھی اگر مسجد کے سامنے سے گزرتے ہیں تو وہ سَو کے سَو اپنے دل میں یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ ہم فرصت ملنے پر کسی دن مسجد ضرور دیکھنے آئیں گے۔مگر پھر ان سَو میں سے نوے بھول جاتے ہیں اور دس کو توفیق مل جاتی ہے اور وہ کسی وقت مسجد دیکھنے کے لیے آجاتے ہیں۔ وہاں امام موجود ہوتا ہے۔ وہ مسجد دیکھنے کے بعد اُس سے سوال کرتے ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ تم لوگ عیسائی کیوں نہیں ہوجاتے؟ اسلام میں عیسائیت سے بڑھ کر کیا بات پیش کی جاتی ہے؟ اور وہ ان باتوں کا جواب دیتا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن دس میں سے ایک شخص ایسا بھی نکل آتا ہے کہ جس کے دل پر زیادہ گہرا اثر پڑتا ہے اور وہ بار بار مسجد میں آتا اور امام سے ملنا شروع کردیتا ہے اور آخر وہ مسلمان ہوجاتا ہے۔تو مسجد بھی ایک مبلغ ہے۔جس طرح مبلغ ایک مبلغ ہے۔ پس ہماری جماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ غیرممالک میں مساجد کے قیام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کے لیے ہرممکن جدوجہد اور قربانی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

یورپ میں اسلام کا بہترین اشتہار مسجد ہے۔ بلکہ عیسائی ممالک کے لیے ہی نہیں ہندو ممالک کے لیے بھی اور چینی ممالک کے لیے بھی اور جاپانی ممالک کے لیے بھی مسجد ایک عجوبہ ہے۔ جس طرح لوگ پرانے مقابر اور محلات دیکھنے کے لیے جاتے ہیں اُسی طرح وہ مسجد دیکھنے کے لیے جاتے ہیں۔ اور جب وہ جاتے ہیں تو ان کا امام سے تعلق ہو جاتا ہے اور تبلیغِ اسلام کا رستہ کھل جاتا ہے۔ جب تک ہماری جماعت اپنے اس فرض کو نہیں سمجھتی اُس وقت تک اس کا یہ امید کر لینا کہ وہ اسلام کو دنیا پر غالب کرنے میں کامیاب ہو جائے گی غلط ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہو گی جیسے چھپکلی کی دُم کاٹ دی جائے تو وہ دُم تھوڑی دیر کے لیے تڑپ لیتی ہے لیکن پھر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ آیا ہماری غرض صرف اِتنی ہی تھی کہ ہم دنیا میں شور مچا دیں؟ اور اگر یہی ہماری غرض تھی تو یہ کام ہم نے کر لیا ہے۔ اب ہمیں کسی مزید کام کی ضرورت نہیں۔ اور یا پھر ہماری غرض یہ تھی کہ ہم دنیا میں اسلام پھیلائیں۔ اور اگر یہی ہماری غرض ہے تو اس کے لیے متواتر قربانیوں اور جدوجہد اور نیک نمونہ کی ضرورت ہے۔ اور ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب ہمارا عملی نمونہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہو۔ اگر ہمارے اندر دیانت پائی جاتی ہے، اگر ہمارے اندر سچائی پائی جاتی ہے۔ اگر ہمارے اندر نیک چال چلن پایا جاتا ہے اگر ہمارے اندر معاملات کی صفائی پائی جاتی ہے تو ہر شخص جو ہمیں دیکھے گا وہ سمجھے گا کہ اس جماعت کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہمارا نمونہ اچھا نہیں تو وہ کہے گا کہ "دُور کے ڈھول سہانے"۔ باتیں تو ہم بڑی سنتے تھے لیکن پاس آ کر دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا پھل ایسا میٹھا نہیں۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور چندہ مساجد کی تحریک میں حصہ لو۔

اگر ہماری جماعت کے تمام دوست اس چندے میں حصہ لینا شروع کر دیں تو ہر سال ایک خاص رقم اس غرض کے لیے جمع ہو سکتی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جہاں پاکستان کی اَور سب جماعتوں میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہے وہاں اِس جگہ ہر شخص اپنے آپ کو چودھری سمجھتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ یہ تحریکات دوسروں کے لیے ہیں اس کے لیے نہیں۔ اب میں اِس سفر میں دیکھوں گا کہ یہاں کی جماعتوں نے اس چندہ میں کس حد تک حصہ لیا ہے۔ اسٹیٹوں کے دَورہ کے وقت مالکانِ زمین کے متعلق بھی یہ دیکھا جائے گا کہ انہوں نے اس تحریک میں کتنا حصہ لیا ہے اور

دکانداروں کا بھی جائزہ لیا جائے گا کہ انہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے یا نہیں لیا۔ آخر وہ تجارت کرتے ہیں اور اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں وہ بتائیں کہ اس عرصہ میں انہیں کوئی آمدن ہوئی ہے یا نہیں؟ کوئی نفع ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو انہوں نے خدا کا حق کیوں ادا نہیں کیا۔

چھوٹے تاجروں کو یہ کہا گیا تھا کہ وہ ہر ہفتے کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں۔ فرض کرو ان کے ایک دن میں بیس سودے ہوتے ہیں تو سات دن میں ایک سو چالیس سودے ہوئے۔ اور چونکہ ہفتہ کے ایک دن کے ایک سودے کا منافع اس تحریک کے لیے رکھا گیا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اپنے نفع کا 1/140 حصہ دینا پڑا۔ اور ایک سو چالیسواں حصہ دینا ہرگز کوئی ایسا بوجھ نہیں جو کسی معمولی سے معمولی تاجر کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہو۔ اِسی طرح وہ زمیندار جن کے پاس دس ایکڑ سے زیادہ زمین ہے اُن کے لیے دو آنہ فی ایکڑ کے حساب سے چندہ دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ دس ایکڑ سے کم زمین والوں کے لیے صرف ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے چندہ مقرر کیا گیا ہے۔ اِسی طرح مزارعین کے لیے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جن کے پاس دس ایکڑ سے کم مزارعت ہو وہ دو پیسہ فی ایکڑ کے حساب سے اور اس سے زائد مزارعت والے ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے رقم ادا کریں۔ اگر کوئی سولہ ایکڑ کاشت کرے تو سولہ ایکڑ کے حساب سے صرف ایک روپیہ اُسے ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر چوبیس ایکڑ کاشت کرے تو ڈیڑھ روپیہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح مالکوں میں سے اگر کسی کے پاس سَوا ایکڑ زمین ہے تو اُسے دو سو آنہ دینا پڑے گا۔ اَور اگر ہزار ایکڑ زمین ہے تو دو ہزار آنہ دینا پڑے گا۔ اور سَوا ایکڑ پر دو سو آنہ یا ہزار ایکڑ پر دو ہزار آنہ دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ اس قسم کا ہلکا اور آسان چندہ ہے کہ ہنسی خوشی سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ چندہ جمع ہوسکتا ہے۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ امریکہ میں مسجد کے لیے زمین خریدی گئی تو باوجود اِس کے کہ تین سال گزر گئے اب تک زمین کی قیمت کا بھی چندہ نہیں ہوا۔ پچھلے سال یہ تحریک کی گئی تو 25 ہزار چندہ جمع ہوا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ساری جماعت حصہ لیتی تو ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ آنا چاہیے تھا۔ 36,35 ہزار پہلے آیا ہوا تھا۔ گویا صرف ساٹھ ہزار روپیہ امریکہ کی مسجد کے لیے آیا ہے۔ حالانکہ ایک لاکھ چالیس ہزار کی صرف زمین تھی۔

اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ابھی مسجد کی تعمیر کے لیے اس پر اَور خرچ ہوگا۔ موجودہ رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر جماعت میں موجودہ اخلاص برابر قائم رہے تو دس سال میں صرف امریکہ کی مسجد کے لیے چندہ جمع ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اگر سب دوست باقاعدہ چندہ دیں تو دس سال میں تین چار مسجدیں بن سکتی ہیں۔ اور امریکہ کی مسجد بڑی آسانی سے دو اڑھائی سال میں تیار ہوسکتی ہے۔ یہ چیز اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جتنا جتنا کسی میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اُتنا ہی اُس کے اندر جوش اور قربانی کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اگر ہمارے یہ دعوے جھوٹے ہیں کہ ہم نے دنیا میں اسلام کی اشاعت کرنی ہے تو ہمیں ساری دنیا سے لڑائی مول لینے کی بجائے ان کے ساتھ مل جانا چاہیے۔ اور جس طرح وہ مُردہ ہیں اُسی طرح خود بھی مُردہ بن جانا چاہیے۔ اور اگر ہمارے اندر زندگی کے آثار ہیں اور ہم اپنے دعووں میں سچے ہیں تو پھر ہمیں یہ نہیں دیکھنا پڑے گا کہ ہمارے حالات کیا ہیں اور ہم پر کس قدر بوجھ پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہمیں آخر دم تک دین کی خدمت کے لیے اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کے لیے تیار رہنا پڑے گا۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ہر قسم کی قربانی کے لیے پوری بشاشت کے ساتھ تیار رہتے ہیں۔

ہماری جماعت میں ایک غریب سقّہ تھا۔ جب بھی چندہ کی کوئی تحریک ہوتی تو وہ فوراً آجاتا اور کچھ نہ کچھ چندہ دے دیتا۔ اُس کی تنخواہ صرف تیس روپے ماہوار تھی مگر آہستہ آہستہ اُس کے چودہ پندرہ روپے چندہ میں جانے لگے اور وہ ہر نئی تحریک پر اصرار کرتا کہ اس میں میرا بھی حصہ شامل کیا جائے۔ وہاں کے امیر جماعت نے مجھے لکھا کہ ہم اس کو بار بار سمجھاتے ہیں کہ تمہاری مالی حالت کمزور ہے تم ہر تحریک میں حصہ نہ لیا کرو، ہر تحریک غرباء کے لیے نہیں ہوتی۔ مگر وہ کہتا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ چندہ کی تحریک ہو اور پھر میں اس میں حصہ نہ لوں اس لئے آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ اُسے روکیں۔ چنانچہ میں نے اُسے پیغام بھجوایا کہ آپ چندوں میں اِس قدر زیادہ حصہ نہ لیا کریں۔ تب کہیں جا کر وہ رُکا۔

تو ایسے لوگ ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ مگر اُن کی تعداد کم ہے۔ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو تو چودھری سمجھتے ہیں اور جن کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں۔ وہ احمدیت

میں داخل ہو گئے ہیں بغیر اس کے کہ اس امر پر غور کریں کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ اور بغیر اس کے کہ اس امر پر غور کریں کہ احمدیت کی وجہ سے ان پر کیا ذمہ داریاں ہیں۔ مگر یہ وہ لوگ نہیں جن سے احمدیت ترقی کرے گی، یہ وہ لوگ نہیں جن کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلے گا۔ احمدیت اگر پھیلے گی اور اسلام اگر ترقی کرے گا تو انہیں لوگوں کے ذریعے جو سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کرنا ہے ہم نے ہی کرنا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کوئی کام لے رہا ہے تو یہ ایک انعام ہے جو ہم پر کیا جا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ایسے زمانہ میں ہم کو اسلام کی خدمت کے لیے چُنا جب کہ اسلام کمزور ہو رہا ہے اور مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھے جائیں گے اور اُن کے نام اسلام کے مجاہدین میں شمار کیے جائیں گے۔"

(المصلح 22 جولائی 1953ء)

1: اسد الغابة جلد 1 صفحہ 238,237 مطبوعہ ریاض 1384ھ

2: اسد الغابة جلد 3 صفحہ 157 مطبوعہ ریاض 1286ھ، ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الامَام یکلم الرَّجُل فِی خُطُبَتِہٖ

3: صحیح مسلم کتاب الاشربة باب تحریم الخمر وبیان انها تکون من عصیر العنب ۔۔۔۔ (مفہوماً)